افضل الذکر لاالہ الااللہ

اللہ کے دین کی حقیقت معلوم ہونا انسان کے لیے دنیا میں سب سے بڑی نعمت ہو سکتی ہے!

یہ 'دین' کیا ہے جس کی حقیقت معلوم ہونا دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے؟ وہ سب جذبات جو بندگی اور پرستش کے الفاظ سن کر آپ کے تخیل میں سما سکیں وہ سب احساسات جو کسی بڑی طاقتور ہستی کا شدید خوف آنے سے دل پر کبھی گزر جائیں ایسی وارفتگی جو کسی کی چاہت اور محبت میں سب کچھ بھلا دے۔ایسی عاجزی اور حاجتمندی جو انسان کو اپنی سکت سے بے خبر کر دے۔وہ کیفیت جو وفا اور رضاجوئی کی انتہا ہو اور دل میں آپ سے آپ موجزن ہو۔ایسا کردار جس میں اطاعت اور فرمانبرداری مجسم ہو کر انسان کی شکل دھار لے۔۔۔'دین' حقیقت میں خشیت اور محبت کا ایک ایسا ہی بے اختیار جذبہ ہے۔بندگی کا ایک لطیف احساس ہے اور کردار کی ٹھوس حقیقت!

اتنی وسعت اور گہرائی تو ابھی لفظ 'دین' کی ہے! مگر جب یہ 'دین' اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہو جائے پھر تو اس کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔اس کیفیت کی تعبیر کے لیے تب انسان کے پاس تکبیر اور تسبیح کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا! جتنا بڑا معبود ہو گا اتنا ہی بڑا اس کا تعارف ہو گا! اب اللہ سے بڑا کون ہے؟ زمین میں یا آسمانوں میں؟ وہ تمام جہانوں کا رب ہے جو کچھ نظر آتا ہے جو بڑی سے بڑی چیز ذہن کو متاثر اور مرغوب کر سکتی ہے، اسکی ہے۔جس ہولناک

سے ہولناک مخلوق کا دل پر خوف اور لرزہ طاری ہو سکتا ہے اسکی ہے اور اس کے عذاب سے پناہ مانگتی ہے جو حسین سے حسین چیز کہیں پائی جاسکتی ہے اور لذت و لطف کی انتہا کہلا سکتی ہے اس کی قدرت کا کمال ہے پھر اس کی قدرت میں صر ف یہی نہیں اس سے بڑھ کر اور بہت کچھ ہے۔۔۔اتنا کچھ کہ جو نظر آتا ہے عقل میں سماتا ہے وہ اس کے سامنے کچھ نہیں جو نظر سے او جھل ہے اور عقل پر بھاری ہے۔اس کی عظمت کے آگے تو بس سجدہ ہو سکتا ہے صرف ماتھا دھرا جا سکتا ہے تخیل اور عقل کو اس کا احاطہ کرنے کے لیے نہیں اس کو سجدہ کرنے کے لیے وجود ملتا ہے! انسان اسکی کبریائی کو صرف اپنی عاجزی کا واسطہ دے سکتا ہے۔ایک انسان ہی کیا زمین و آسمان کی ہر مخلوق اس کے لطف و رحمت کو اپنی ذات اور لاچاری ہی کا واسطہ دیتی ہے۔

اتنے بڑے معبود کی پہچان بھی کتنی بڑی ہو گی! اس کی صفات کا احاطہ کر بھی کون سکتا ہے! اور اس کی عظمت کا اعتراف تو ہو بھی کیونکر سکتا ہے! لوگ تو اپنے چھوٹے چھوٹے اور حقیر معبودوں کی تعظیم سے سیر نہیں ہوتے وطن کے گیت گاتے نہیں تھکتے۔ قوم کی ترقی کا ورد نہیں چھوڑتے۔ ملک کے استحکام پر جان دے دیتے ہیں۔ آزادی پر تو قومیں اپنی نسلیں وار دیتی ہیں۔انسانی حقوق کی راہ میں قربانیاں ایک انسان کو امر کر جاتی ہیں۔اور لوگ اس کے فنا ہو جانے کے بعد اس کے مجسمے تک پوجتے ہیں لوگ جمہوریت کی بحالی کے لیے ' شہید' ہوتے ہیں۔ کرکٹ میچ ہارنے یا جیتنے پر لوگوں کو دل کے دورے پڑ جاتے ہیں۔ سیاسی اور فلمی ستاروں کی موت پر غشیاں پڑنے لگتی ہیں۔قبیلے، برادری اور ملک کی جنگ میں مائیں اپنے سپوت پیش کر دینا ہر دور میں باعث شرف سمجھ لیتی رہی ہیں۔ قوم کے محسنوں کو زندہ و پائندہ باد کے نعروں سے صبح شام عقیدت کا خراج پیش کیا جاتا ہے۔وطن کے پرچم کو 'ایڑی چوٹی' کے پورے زور سے سیلوٹ ہوتا ہے اور قومی تفاخر کے مواقع پر اس کی مورتی [مورتی صرف جاندار کی حرام نہیں اللہ کے سوا جس چیز کی تعظیم ہو اسکی مورتی حرام ہے مثلاً صلیب جاندار نہیں، کمیونسٹوں کا ہتھوڑا اور درانتی جاندار نہیں مگر شرک ہے] دل کے پاس سینے پر

سجائی جاتی ہے۔ پتھر اور لکڑی جیسی حقیر چیزیں بھی اگر قومی یادگاروں میں استعمال ہو جائیں تو انکے تقدس کا یہ حال ہوتا ہے کہ ایسے پتھر اور لکڑی کے لیے توڑنے یا گرانے کے لفظ تک حرام ہو جاتے ہیں کسی بھی قوم کے ہیرو یا ملک کے بانی کی توہین ہو جائے یا اسکے بت کی بے حرمتی اس پر جلوس نکل سکتے ہیں اس کے لیے معمولی نازیبا الفاظ کے استعمال پر قیامت برپا ہو سکتی ہے۔ اگرچہ رب العالمین کے ساتھ صبح و شام وہاں کیسا بھی کفر اور بغاوت ہوتی رہے۔ ایک ہاتھ پیر ہلانے سے عاجز بزرگ کی پس مرگ زیارت کے لیے ہزاروں میل کا سفر پیادہ پا کر کے عقیدت کا 'ادنی' سا اظہار کیا جاتا ہے ایک مردے کی قبر کی توسیع کے لئے یہاں آدھا شہر اٹھا دیا جاتا ہے ایک مٹی میں ملے معبود کی خوشی کی خاطر ہزاروں زندوں کا نقصان خوشی خوشی جھیلنا سعادت سمجھی جاتی ہے

حیران کن بات تو یہ ہے کہ ان جھوٹے اور حقیر معبودوں کے لیے یہ جو کچھ ہوتا ہے اس میں ان معبودوں کا کوئی بھی کمال نہیں۔ دراصل 'عبادت' ایک جذبہ ہی ایسا ہے! بندگی چیز ہی ایسی پیاری اور خوبصورت بنائی گئی ہے! تبھی تو صرف یہ اللہ کا حق ہے!! پرستش مرمٹنے کا نام ہے سچ پوچھیں تو مرمٹنے کا اپنا مزہ ہے اس کے بغیر انسان ادھورا ہے تبھی تو لوگ دیوانے ہو جاتے ہیں مرمٹنے کے لیے کوئی بھی چیز ڈھونڈتے ہیں۔ مٹی نہ ملی تو پتھر اٹھا لیا۔ پتھر نہ ملا تو لکڑی تراش لی لکڑی سے جی بھر گیا تو پلاسٹک سے بہلا لیا۔ زندوں سے مایوس ہوا تو مردوں کا رخ کر لیا۔ کیسی وحشت ناک زندگی ہے یہ! اصل معبود نہ ملے تو انسان کیسے پاگل ہو جاتا ہے! کیسے کیسے خبط مارتا ہے۔ انسان اللہ سے واقف نہ ہو تو کتنا حقیر ہو جاتا ہے! کیسی گھٹیا حرکتیں کرتا ہے! قوم پر مرتا ہے۔ عصبیت پہ فدا ہوتا ہے۔ روپے کو خدا بنا لیتا ہے۔ پیسے کو خوشی اور غم کا راز سمجھ بیٹھتا ہے۔ لکڑی، پتھر اور کپڑے کے حضور کبھی مذہبی اور کبھی قومی جوش و خروش کے ساتھ آداب اور کورنش بجالاتا ہے مردوں کو خوش کرنے کے لیے معصوم بچوں کے منہ کا نوالہ چھین کر ایک بے حس و حرکت معبود کو چڑھاوا دے آتا ہے۔ زندوں اور مردوں کو ہیرو بنا کر پوجتا ہے۔ اور انکی شان میں گستاخی کو برداشت سے

باہر سمجھتا ہے حقیر ہستیوں کی عظمت و ناموس کے لیے مرنے مرانے پر اتر آتا ہے۔ملک کی عزت پہ کٹ مرتا ہے اور وطن کی مٹی کو سلام پیش کرتا ہے۔۔۔اور وہ مالک ارض و سماوات جو حق رکھتا ہے اس جان پر، پرستش کے ان نفیس جذبات پر اس ایک کو بھول جاتا ہے! کیسا ظالم ہے وہ انسان جسے عقیدت اور بندگی کا خراج دینے کو جہانوں کا رب نظر نہ آئے تو وہ اسے مٹی پہ ڈھیر کردے!

اذ قال لابیہ و قومہ ماذا تعبدون؟ائفکا آلھتہ دون اللہ تریدون فما ظنکم برب العالمین(الصافات 85-87)(ابراہیم نے) جب اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیا تم پوجنے بیٹھے ہو؟ نرے بے حقیقت من گھڑت معبود۔یہ تم اللہ کو چھوڑ کر پوجنا چاہتے ہو؟ تو پھر یہ بتلائو کہ تم نے رب العالمین کو کیا سمجھ رکھا ہے؟

مالکم لاترجون للہ وقارا؟ وقد خلقکم اطوار۔الم تروا کیف خلق اللہ سبع سماوات طباقا و جعل القمر فیھن نورا و جعل الشمس سراجا واللہ انبتکم من الارض نباتا ثم یعید کم فیھا و یخرجکم اخراجا واللہ جعل لکم الارض بساطا لتسلکوا منھا سبلا فجاجا(نوح 13-20)(نوح نے کہا) تو کیا تمھیں بس ایک اللہ ہی کے مرتبے کا پاس نہیں! وہ تو وہ ہے جس نے تمھیں طرح طرح سے بنایا۔کیا دیکھتے نہیں وہ اللہ نے جس طرح سات آسمان تہ در تہ بنائے۔پھر ان میں چاند کا اجالا کردیا اور سورج کا چراغ دھر دیا،اور تم کو بھی زمین سے کیا عجب طریقے سے اگایا اور وجود دیا اور کیسے وہ تمھیں پھر اسی مٹی میں ملادے گا پھر اس سے یکایک وہ تم کو نکال کھڑا بھی کرلے گا۔اور زمین کا دیکھو تمھارے لیے کیسا فرش بچھایا تاکہ تم اس کے اندر کھلے راستوں میں چلو"

یہ بندگی تو بذات خود کتنی بڑی زبردست اور حیران کن چیز ہے! پھر جب یہ اللہ کے لیے ہو جائے۔۔۔اور ایک اسی کی ہو جائے۔۔۔تب تو یہ دنیا کا سب سے بڑا واقعہ کیوں نہ ہو صرف سب سے بڑا واقعہ بلکہ خوبصورت ترین اور برحق ترین بھی!

غرض اللہ کے دین کا مطلب ہوا کہ آدمی کو بندگی کی اصل حقیقت معلوم اور پھر۔۔۔اللہ کی پہچان ہو جائے تب اس کی خوشی اور سعادت کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں رہتا۔ علم کے یہ دو ہی حقیقی میدان ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں اشرف العلوم ہیں۔ بندگی کی حقیقت اور اللہ کا تعارف پھر انکے ساتھ ایک تیسری چیز اور شامل ہو جاتی ہے جس کی سب کی سب اہمیت ہے تو انہی دو باتوں کے دم سے مگر اہمیت بہت ہے بلکہ اتنی زیادہ کہ لگتا ہے یہی اصل ہے اس علم کا نام شرک سے بچنا اور مشرکوں سے براءت رکھنا ہے۔ دراصل دین کوئی مصنوعی چیز نہیں۔ بندگی کا جذبہ انسان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے کسی نہ کسی چیز کو ٹوٹ کر چاہنا انسان کی مجبوری ہے پھر جسے یہ ٹوٹ کر چاہے اسے پا نہ سکنے کا ڈر اور بے یقینی کے اندیشے اس کو سب سے زیادہ بے چین رکھتے ہیں حتیٰ کہ اس کو پالے تب بھی اسے بچا رکھنے کی لگن اور اس کے چھن جانے کا خوف ہمیشہ اس پر طاری رہتا ہے مضبوط سے مضبوط انسان بھی ہر دم انجانے خدشوں کا اسیر رہتا ہے۔ بس چاہت اور ڈر کی یہی حالت اور امید و یاس کی یہی کیفیت 'دین' اور 'بندگی' کہلاتی ہے جیسے پانی کا بہاؤ رکتا نہیں کہیں نہ کہیں سے اپنا راستہ بنا لیتا ہے اسی طرح عبادت انسان کے اندر سے باہر آجانے کے راستے ڈھونڈ لیتی ہے اس کو کہیں نہ کہیں ضرور نکلنا ہے! یہاں اگر انسان اپنے اصل معبود کو ٹھیک ٹھیک نہ پہچانتا ہو تو کوئی اور شخص یا اور چیز اس کو معبود سے بڑھ کر یا اس جتنی اچھی لگنے لگے گی کسی اور چیز کی عظمت اور سطوت اس کو اپنا اسیر کر لے گی اور اللہ سے بڑھ کر خوفزدہ کرے گی۔ یوں وہ اللہ کو چھوڑ کر یا اللہ کے ساتھ ایک اس کی بھی کچھ بندگی کرنے لگے گا۔ چاہے وہ اس بات کا شعور نہ رکھے اور چاہے وہ اسے بندگی کا نام دینے تک کا روادار نہ ہو مگر یہ حقیقت اپنی جگہ رہے گی۔۔۔اس شرک کا

سبب پھر یہی تو ہوا کہ وہ خالق کی پہچان سے کورا اور تہی دامن رہا۔ بس یوں سمجھو کہ صاف ستھری اور پاکیزہ غذا پاس ہو مگر کوراپن کی وجہ سے دکھائی نہ دے تو آدمی کوڑے کے ڈھیر سے بھوک مٹانے لگے۔ بھوک تو بھوک ہے اور انسان کو ضرور لگتی ہے پیٹ میں کچھ بھی پڑ جائے تو ذرا دیر کے لیے سہارا ہو ہی جاتا ہے! مگر غلاظت کھا کھا کر کوئی اس کا رسیا ہو جائے تو ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ انسان کی بو کی حس مر جاتی ہے تب گندگی اور پاکیزگی اس کے حساب سے ایک برابر ہوتی ہے۔ بلکہ کسی دوسرے کی نسبت اس کو اپنا ہی 'ذوق' بہتر لگتا ہے! چنانچہ اسلام صرف یہ نہیں کہ آدمی شرک کی غلاظت سے بچے اور توحید کی پاکیزگی اختیار کرلے۔ بلکہ پورا اسلام یہ ہے کہ آدمی غلیظ لوگوں سے بھی دور رہے اور پاکیزگی پسندوں میں صبح وشام اپنا نام لکھوائے اور ان میں مل کر ایک جتھا بنے۔

ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطھرین (البقرہ ۲۲۲)☆" اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو توبہ کرتے رہنے والے ہوں اور پاکیزگی کے پیکر"

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص (الصف ٤)☆ "اللہ کو وہی لوگ پسند ہیں جو ایک صف بن کر اسکے راستے میں لڑتے ہیں گو یا وہ کوئی سیسہ پلائی عمارت ہیں"

اس 'مشرکوں سے برات' میں 'شرک سے اجتناب' خود بخود آجاتا ہے اسی لیے قرآن اس پر بے انتہا زور دیتا ہے اور ابراہیم کا تعارف 'ماکان من المشرکین' کہہ کر کراتا ہے 'کہ وہ مشرکوں سے الگ تھلگ رہنے والا تھا'

چنانچہ شرک یا مشرکوں سے قربت کا باعث یا تو خالق کی پہچان سے محرومی ہو سکتی ہے اور یا پھر بندگی کی حقیقت سے نا آشنائی۔ آدمی اپنے فعل کا مطلب نہ جانتا ہو تو اس کو کیا معلوم کہ وہ کسی کی بندگی کر رہا ہے یا اپنا کوئی روزمرہ کا کام ! خصوصاً 'عبادت' اگر وہ 'مذہب' اور 'دھرم' کے چند مخصوص افعال ہی میں محدود سمجھ لے اور عبادت کے بہت سے کام عبادت نہ جان کر غیر اللہ کے لیے کرتا رہے [جیسا کہ عدی بن حاتم کے بیان کے مطابق (مسند احمد) بہت سے نصاریٰ کو معلوم نہ تھا کہ کسی سے حلال اور حرام کے پیمانے لینا اس کی عبادت کرنا ہے جیسا کہ آج بہت سوں کو معلوم نہیں کہ کسی کا قانون تسلیم کرنا در اصل اسکی عبادت ہے] تو چاہے لاکھ وہ اللہ کی حمد اور تسبیح اور رکوع و سجود کا قائل رہے اس کی بدبختی کے لیے یہ بھی کافی ہے اس صورت میں بھی وہ شرک کا مرتکب ہو سکتا ہے اور مشرکوں کا ساتھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس بدبختی سے بچنے کے لیے اور ابدی سعادت کے حصول کی خاطر بندگی کا مطلب جاننا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ معبود کا تعارف !

چنانچہ اب ہمارے پاس تین چیزیں ہو گئیں۔ اللہ کا تعارف۔ بندگی کی حقیقت اور شرک و مشرکین سے براءت۔ یہ تین باتیں اتنی عظیم الشان ہیں کہ بس یہی سکھانے کے لیے آسمان سے کتابیں نازل ہوتی رہیں اور پے در پے رسول مبعوث ہوئے۔ یہی باتیں ہر دور میں اہل حق کی دعوت کا بنیادی مضمون رہیں اور یہی انکی ساری محنت اور جدوجہد کا اصل محور۔ یہی انکی بار بار کی تکرار کا موضوع تھا۔ اسی بات پر ہمیشہ انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین نے دنیا سے جنگ کی اور اسی پر صلح [لفظ صلح سے یہاں ہماری مراد ھدنہ یا دوطرفہ طور پر طے شدہ وقتی جنگ بندی نہیں بلکہ قرب و اپنائیت اور پر امن بقائے باہمی ہے۔]۔ صرف اسی پر انکی دوستی ہوئی اور اسی پر دشمنی۔ اسی پر جینے کی تمنا ہوئی اور اسی پر

مرنے اور جان دینے کی آرزو۔ ایسا ہو بھی کیوں نہ، اس پر تو جنت اور جہنم کے فیصلے کا مدار ہے! آیئے ذرا اس پر غور کریں کہ اس مسئلہ پر اتنا زور کیوں دیا گیا اور رسولوں اور کتابوں کا یہی اصل موضوع کیونکر ہے۔ کہنے کو کہا جا سکتا ہے کہ یہ باتیں جنہیں ہم دین توحید کا نام دیتے ہیں گنتی کے چند جملوں میں بیان ہو سکتی ہیں۔ پھر اسکے لیے اتنے لمبے چوڑے بیان کی کیا ضرورت تھی؟ یہ باتیں تو ایک معمولی ادیب بھی ایک آدھ صفحے پر سمیٹ سکتا ہے پھر اس پر طوالت اختیار کرنے میں رب العالمین کی آخر کیا حکمت ہو سکتی تھی؟ رسولوں اور نبیوں کو برسوں بلکہ صدیوں اس پر جان کھپانے کی کیا احتیاج ہو سکتی ہے؟ ضرور قرآن کا اصل موضوع کوئی اور ہے آسمانی صحیفوں کا مقصد کچھ اس سے بڑھ کر ہے اور رسولوں کی طویل محنت اور جہاد کا موضوع بھی اس سے زیادہ طویل و عریض اور پر مغز و دقیق ہے! اور یہ بھی کہ اس توحید کی ضرورت اور اہمیت بجا مگر اس کے سوا اور بھی تو زمانے میں غم ہو سکتے ہیں جن کا علاج بھی ایک انبیاء ہی کا فرض تھا! پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انبیاء نے ایک شرک کے سوا دنیا کے اور کسی غم کا حال نہ پوچھا ہو یا انسانیت کا کوئی دکھ مداوا کئے بغیر چھوڑ دیا ہو!

مگر سوال یہ ہے کہ دنیا میں کونسی دعوت ایسی ہے جو چند لفظوں میں بیان نہ ہو سکتی ہو؟ انسانیت کا کونسا بنیادی مسئلہ ایسا ہے جو ایک صفحے میں عرض نہ کیا جا سکے؟ کونسا ازم کونسا فلسفہ کونسا دین کونسا فرقہ یا کونسی جماعت اور تحریک دنیا میں ایسی ہے جس کا مدعا چند جملوں میں نہ آجاتا ہو؟ پھر اتنا لٹریچر اتنی کتابیں اتنے پرچے اور رسالے اتنی تقریریں کانفرنسیں ، جلسے اور جلوس آخر کس موضوع پر ہو جایا کرتے ہیں؟ اور کیا اتنا کچھ لکھنے اور بولنے کے لیے اسے 'تبدیلیء موضوع' کی ضرورت پڑ جایا کرتی ہے یا پھر یہ سارا جوش اسی ایک 'بنیادی موضوع' کا مرہون منت ہوتا ہے؟؟؟ پھر جن ادیبوں اور شاعروں کی قادر الکلامی پر دنیا کو بڑا ناز ہے انہی کو لے لیجئے! یہ شمع اور پروانے کی کہانی کو بھلا کتنے لفظ چاہئیں! یا رخِ یار کی حکایت کتنی طویل ہونی چاہیے! محبوب کا روٹھ جانا یا روٹھ کر مان جانا کتنا وسیع موضوع ہو سکتا ہے! یہ وصل اور ہجر

کی داستان کو کتنے صفحے درکار ہیں! رقیب یا ناصح کے کرتوت بتانے میں کتنا وقت لگتا ہے!؟ پھر یہ شاعری کے طویل و عریض دیوان آخر کن باتوں سے بھرے ہیں جبکہ خیال یہ ہو جو کہ غلط بھی نہیں کہ بڑے بڑے شاعر دریا کو کوزے میں بند کرتے ہیں! اور دیکھ لیجئے! یہ وطن کے نغمے دنیا میں کبھی ختم کیوں نہیں ہوتے؟ اخباروں اور رسالوں اور سیاستدانوں کی تقریروں میں 'قومی ترقی' کی گردان رکنے میں کیوں نہیں آتی؟ غربت اور افلاس کا رونا تھم کیوں نہیں جاتا؟ ظلم اور استحصال کی داستان کا ایک بار خلاصہ کر کے چھوڑ کیوں نہیں دیا جاتا؟ آزادی کی خوشی کبھی پرانی کیوں نہیں ہوتی؟ مٹی میں دفن انسانوں کے مناقب اور انکے لیے زندہ و پائندہ باد کے نعرے فرسودہ کیوں نہیں ہو جاتے؟ برس ہا برس تک قومی تقریبات پر جو کچھ لکھا اور کہا جاتا ہے اور موجودہ دور میں قومی نظریے پر جو جو کچھ چھپتا ہے اور اداروں میں پڑھایا جاتا ہے اس کی تلخیص کرنے پر آئیں تو آخر کتنے صفحوں کی ضرورت پڑے گی؟

بات یہ ہے کہ حقائق الفاظ سے بہت بڑے ہوتے ہیں یوں کہیں کہ الفاظ حقائق کا احاطہ کرنے کے لیے ہوتے ہی نہیں۔ وہ صرف حقائق کی جانب انسان کی توجہ مبذول کراتے ہیں۔ اس لیے انسان جب کسی حقیقت پر ایمان لے آتا ہے۔ اور وہ حقیقت اس کے دل میں اترتی ہے تو پھر الفاظ سے اسکی تسلی نہیں ہوتی! تب وہ بار بار وہی الفاظ بولتا ہے اور تکرار سے اسکی کمی دور کرتا ہے پیرائے بدل بدل کر وہی ایک بات کرتا ہے کچھ دیر ٹھہر لیتا ہے تو پھر وہی بات کرتا ہے۔ ادھر ادھر کی کوئی بات کرلے تو واپس پھر وہیں لوٹ آتا ہے کسی اور کو اس سے لاکھ بوریت ہو مگر وہ اسی بات میں لطف لیتا ہے۔ اسی لیے تو ہم کہتے ہیں ہر آدمی ہر گروہ اور ہر قوم کو غور کرتے رہنا چاہیے کہ وہ کونسی بات ہے جسے بار بار کرنے میں اسے لطف آتا ہے اور جس کی تکرار میں ہی اسکو راحت اور سکون ملتا ہے۔ یہی چیز دراصل اسکا 'دین' ہوا کرتی ہے۔

رب العالمین نے بھی چونکہ اپنے کلام میں انسان سے انسان کی زبان میں خطاب فرمایا ہے اس لیے انسان کی اس ضرورت کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے اس نے پورے قرآن میں اپنی صفات کا تعارف اپنی بندگی کی حقیقت اور اپنی واحدانیت کا ذکر یوں پھیلا دیا کہ آپ کوئی صفحہ کھولیں یہی بات آپکو نئے سے نئے اور عمدہ سے عمدہ پیرائے میں ملے گی اور صبح بہار سے تازہ اور سورج سے روشن لگے گی ! یہ دل نشین بات اس نے قرآن کے ہر قصے، واقعے اور مسائل واحکام کے ہر حکم، ہر مسئلے اور آیت میں یوں سمودی ہے کہ آپ اس کی ہر بات کے پس منظر میں یہی بات دیکھیں گے یوں آپکو بس قرآن پڑھنے کی ضرورت ہے آپ سے آپ بندگی کی حقیقت آپ میں رچ بس جائے گی اللہ کی عظمت خود بخود آپکے دل میں گھر کرلے گی اور اسکی ہمسری آپکو دنیا میں سب سے بڑی برائی اور انسانیت کا سب سے سنگین جرم نظر آئے گا قرآن کی ترجیحات جس بے ساختگی سے آپکی ترجیحات بنیں گی اسی نسبت سے آپکا دین اسلام ہوتا جائے گا ! تب آپ دین کی کوئی بات کریں گے اس کے اندر سے قرآن کی یہی حقیقت صاف جھلکتی دکھائی دے گی مگر یہ نعمت اللہ سے طلب کرنی پڑتی ہے ورنہ قرآن سے سوائے اس ایک چیز کے سب کچھ ملتا ہے۔۔ خوش قسمت ہے وہ جو قران سے قرآن کا مضمون پڑھ لے۔

شھداللہ انہ لاالہ الاھو والملائکہ واولوا لعلم قائما بالقسط لا الہ الا ھوالعزیزالحکیم ان الدین عنداللہ الاسلام (آل عمران 18-19)

"اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ ایک اس کے سوا کوئی الہ کوئی بندگی کے لائق نہیں۔۔۔ پوری راستی اور انصاف کے ساتھ۔۔ اس پر سب فرشتے گواہ ہیں اور علم رکھنے والی تو ہر ہر ہستی یہی شہادت دیتی ہے کہ ایک اس

زبردست قوت اور حکمت والے کے سوافی الواقع کوئی الہ کوئی بندگی کے لائق نہیں۔اللہ کے نزدیک تو دین یہی اسلام ہے"[آیت میں اسلام پر' ال' اگر استغراق کا لیا جائے تو مفہوم ہوگا'' اللہ کے نزدیک جو دین ہے وہ تو ہے پورا اسلام'' یا یہ کہ'' اللہ کے نزدیک جو دین ہے وہ تو ہے پورا پورا جھک جانا'' اور اگر یہ 'ال' عہد کے لئے ہو تو مفہوم ہوگا'' اللہ کے نزدیک دین تو یہی اسلام ہے'' یا یہ کہ'' اللہ کے نزدیک دین تو ایسا ہی جھک جانا ہے'' اس صورت میں پہلی آیت کو ساتھ ملا کر مراد ہو گی:''اللہ کے نزدیک تو دین صرف ایسا ہی اسلام ہے یا ایسا ہی جھک جانا ہے جو اس لا الہ الا اللہ کی عملی شہادت ہو'' یا یہ کہ ''یہ لا الہ الا اللہ ہی اصل اسلام ہے'' کیونکہ پہلی آیت میں یہ کلمہ دو بار پے در پے گزرا ہے[

اس آیت میں آپ نے "اولوا العلم" کے الفاظ پر غور فرمایا! یعنی اصل علم کی بات یہی ہے کہ آدمی اس لا الہ الا اللہ کی شہادت دے۔اللہ کے لیے اس کی بندگی اور پرستش کا بار بار اثبات کرے اور غیر اللہ سے بار بار اسکی نفی و انکار۔۔۔ہر انداز ہر پیرائے میں کرے 'دل سے کرے' زبان سے کرے اور عمل کے ہر ہر پہلو سے کرے۔۔۔یہ اس سے بطور فرد بھی مطلوب ہے اور بطور جماعت اور تحریک بھی۔ بطور کنبہ بھی مطلوب ہے اور بطور قوم، ملک، سلطنت بھی۔اس کے سوا کچھ بھی مطلوب ہے تو اسی کی نسبت اور اسی کے حوالے سے مطلوب ہے فرشتوں اور علم والی ہستیوں کا بھی یہی مطلوب ہے وجود میں ہر چیز کا یہی مقصود ہے۔۔۔ حقیقی علم یہی ہے جسے لا الہ الا اللہ کے چند لفظوں میں سمیٹ دیا گیا ہے باقی سب اس کی تفسیر ہے! پورا دین اسی ایک کلمہ کی وضاحت ہے! پھر یہ انسان کیا ہے اور یہ معاشرے کیا چیز ہیں، جو انکی زندگی اس کلمہ کی تعبیر نہ ہو۔

اس دین کی روشنی میں۔۔اللہ کی کتاب اور رسول کی سنت کی پیروی۔۔۔اور سلف امت کے انداز میں۔۔۔اس لاالہ الااللہ کی تفسیر ہوتی رہنا ضروری ہے ہر دل کا حال ضرور دوسرے سے مختلف ہے ہر شخص کی حالت جدا ہوتی ہے ہر دور کے مسائل اور ہوتے ہیں ہر ملک ہر زمانے کے بت الگ ہوتے ہیں مگر اس لاالہ الااللہ کی تفسیر ہر جگہ ہر دور میں ہر ملک میں ہونا ضروری ہے۔اللہ کی بندگی ہر حال میں ہر شکل میں ہر انداز میں ہونا ضروری ہے۔طاغوتوں سے اسکی نفی وانکار ہر حال میں ہر شکل میں ہر انداز میں ہونا ضروری ہے۔۔۔اللہ کے رسول جب بھی نماز سے سلام پھیرتے ان کلمات کی پکار لگاتے لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد، وھو علی کل شیء قدیر لاحول ولا قوہ الا باللہ لاالہ الااللہ ولا نعبد الا ایاہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون (رواہ مسلم عن عبداللہ بن الزبیر عن النبی) ''اللہ کے سوا کوئی بندگی اور پرستش کے لائق نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے بادشاہی ایک اسی کی ہے حمد و تعریف صرف اسی کا حق ہے اسی کی قدرت میں ہر چیز ہے۔کوئی زور نہیں کوئی طاقت نہیں اس سے لئے بغیر۔خدائی کسی کی ہے نہیں اس ایک کے سوا۔ہم پوجیں گے تو صرف اسی کو-مانیں گے تو ایک اسی کی۔۔۔چاہے کافروں کو یہ سب کتنا بھی برا لگے''

یہ کام یعنی لاالہ الااللہ کی عملی تفسیر، جو کہ زندگی کا مقصد ہے اور نجات کا آسرا بہت عظیم ہے اور اس پر آدمی اللہ ہی سے مدد طلب کر سکتا ہے۔بلکہ کرتا تو ہے حضور قلب اور شعور کے ساتھ کرنا چاہیے۔اھدنا الصراط المستقیم۔مگر اس کی سمجھ اور یاد دہانی کے لئے اور دین کی حقیقت معلوم کرنے اور اسے بار بار ذھنوں میں تازہ کرنے کے لئے مل بیٹھتے رہنا بھی سلف کی سنت ہے۔مل بیٹھنے کو عربی میں مجلس کہا جاتا ہے اور یاد دہانی کو ذکر یا تذکیر۔مجالس ذکر کا تذکرہ آپ اکثر حدیث کی کتب میں پڑھتے ہوں گے۔جبکہ اللہ کے رسول کہتے ہیں کہ افضل الذکر لاالہ الااللہ ہے!

موجودہ زمانے میں جہاں ذرائع مواصلات ترقی کر گئے ہیں وہاں مل بیٹھنے کی بھی نئی سے نئی شکلیں دریافت ہو رہی ہیں۔ 'پرچہ' اگرچہ اب' مل بیٹھنے کی نئی شکل' کی تعریف میں نہیں آتا مگر تاحال یہ مجلس جمانے کی ایک مفید اور موٴثر شکل ضرور ہے۔ ''ایقاظ'' کو بس آپ ''یاددہانی'' کی ایک ایسی ہی ''مجلس'' سمجھیے! یہ مجلس فی الحال سہ ماہی ہے۔ اللہ کو اگر منظور ہوا تو اس کا دورانیہ کم کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔

کوئی بھی نیا پرچہ نکلنے پر، ایک اس کے پڑھنے والے پر ہی موقوف نہیں نہ پڑھنے والوں کو بھی یہ تجسس ہوتا ہے کہ 'باعث تحریر آن' کیا ہے یا کیا ہوگا۔ غالباً اس حوالے سے ہی یہ گزارشات کافی ہوں گی۔

ایقاظ کو جب ہم نے 'مجلس' کا نام دے ہی دیا تو اب اس میں ہر شخص کو سننے اور سنانے کی کھلی دعوت بھی ہونی چاہیے! حضرات ''ایقاظ'' کا یہ منبر آپ سب کے لئے دھرا ہے لہٰذا اس فورم پر کوئی بھی شخص اظہار خیال کر سکتا ہے۔ البتہ فورم کے موضوع سے مطابقت رہنا ضروری ہے۔ فورم کے منتظمین بھی سنانے سے زیادہ سننے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ آزمائش شرط ہے!

'مجلس' کے حوالے سے یہ بات بھی ہو جائے کہ 'ایقاظ' کا یہ مقصد کچھ 'ایقاظ' ہی کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ امت بہت بڑی ہے اور ہماری رائے میں اردو کی ایسی بلکہ اس سے بہتر مجالس یقیناً اور بہت ہو سکتی ہیں۔ پھر مقصد کی بات ہو تو ایک مجلس کے شرکاء دوسری مجلس میں بے تکلف آ جا بھی سکتے ہیں۔ بلکہ ہم تو مجلس کی خصوصیت کے بھی قائل نہیں صرف مقصد کی خصوصیت کے قائل ہیں۔ لہٰذا 'جسے چلنا ہو وہ ہمارے سنگ چلے' ایسے لفظ آپ ہماری زبان سے انشاءاللہ کبھی نہیں سنیں گے۔ بہر حال مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا مقصود نہ ہو تو کسی بھی نیک مقصد کے لئے کثرت مجالس ہر گز نقصان دہ نہیں۔۔ بلکہ فائدہ مند ہے۔

'ایقاظ' کا اس سے پہلے ایک شمارہ آ چکا ہے جو کہ ادارہ سے قیمتاً طلب کیا جا سکتا ہے۔ آپ کو یہ بتانا ہمارے خیال میں باعث مضائقہ نہیں کہ 'ایقاظ' لوگوں تک پہنچانے کے لئے ہمیں آپ کی مدد درکار ہے۔ آپ کا اجر اللہ کے ذمے!

'ایقاظ' کا مطلب عربی زبان میں: جگانا اور بے دار کرنا ہے۔ اس عنوان سے اگرچہ کاروان امت کے 'پھر سے جادہ پیا ہونے' کی صدا بھی آ سکتی ہے، جو کہ ہر مسلمان کی آرزو ہے اور کبھی نہ کبھی تو انشاءاللہ اسے پوری ہو کر رہنا ہے مگر ہمیں اس سے فی الحال یہ پیغام دینے میں دلچسپی زیادہ ہے کہ اس وقت مسلم قوموں اور معاشروں میں عموماً اسلام کی حقیقت اور توحید کی فطرت مری نہیں صرف سوئی ہوئی ہے جسے اللہ کی مدد سے بیدار کیا جا سکتا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ امت کے اہل علم اور بااثر افراد ذرا مل کر زور لگائیں تو یہ کام مشکل نہیں۔ ہمارے خیال میں امت کے اٹھ کر پھر سے چل پڑنے میں اس کے علاوہ اور کوئی رکاوٹ نہیں!

حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم

\--

\------------------------------